تحریر — مولانا محمد عباس طور خطیب تاندلیانوالہ

نماز اور روزہ سے قبل مروّجہ نیّت کی شرعی حیثیت

آج کل چھپنے والی پاکٹ سائز نماز کی کاپیوں پر عموماً اور ماہِ رمضان میں شائع ہونے والے اوقاتِ سحری و افطاری کے تجارتی کیلنڈروں پر بالخصوص روزہ رکھنے کی نیت "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" لکھی ہوتی ہے۔ جس کا معنیٰ یہ ہے کہ "میں نے رمضان کے کل کے روزہ کی نیت کی!"

جب کہ یہ نیّت من گھڑت، اختراعی اور ایجادِ بندہ کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ احادیثِ مبارکہ میں یہ کہیں نہیں ملتی۔ کیوں کہ "نیت" زبان سے ادا نہیں ہوتی، بلکہ اس کا تعلق دل سے ہے۔

اس بات کی شہادت فقہ حنفیہ کی کتبِ معتبرہ میں بھی موجود ہے کہ:

"محلّها القلب"

یعنی "نیت کا محل دل ہے، نہ کہ زبان!"

چنانچہ اگر یہ مروّجہ الفاظ زبان سے ادا کیے جائیں تو نیّت تو نہ رہی، بلکہ کلام بن گئی!

جملہ عبادات مثلاً طہارت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ میں باتفاق ائمۂ اسلام، محلِ نیت دل ہے، زبان نہیں۔ حدیث میں ہے:

"انّما الاعمال بالنّیّات"

"اعمال کا اعتبار نیتوں پر ہے"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعمال دو طرح کے ہیں:

۱۔ وہ اعمال جو اصل مقصد کے لیے ہوں، جیسے نماز وغیرہ کی نیت ضروری ہے۔

۲۔ وہ اعمال جو اصل مقصد کے لیے نہ ہوں، بلکہ وہ اصل مقصد کے لیے وسیلہ ہوں۔ جیسے وضوء اور غسل کے لیے نیت ضروری نہیں۔

آخر الذکر مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کی ذاتی رائے اور قیاس تک محدود ہے، ادلہ شرعیہ میں سے کوئی ایک دلیل بھی اس کی مؤید نہیں! ـــ

"انما الاعمال بالنیات" کے الفاظ مطلق اعمال پر دلالت کر رہے ہیں، لہٰذا وضوء اور غسل بھی شرعی اعمال ہیں ـــ تو نیت کے بغیر ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

نیت کا لغوی معنیٰ :

اب دیکھنا یہ ہے کہ نیت کا معنیٰ کیا ہے، اور اس سے کیا مراد ہے؟

لغات کی کتب منجد اور قاموس وغیرہ میں نیت کے معنی دل کے قصد اور عزم کے ہیں:

"نوی الشئی اے قصدہ وعزم علیہ"

"کسی شئی کی نیت کی، یعنی اس چیز کا ارادہ کیا، اور اس کے لیے عزم کیا"

پس ثابت ہوا کہ نیت کے لغوی معنی دل کے قصد و ارادہ کے ہیں۔

شرعی معنیٰ :

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری جلد اوّل میں رقمطراز ہیں:

"والشرع خصصه بالارادة المتوجهة نحو الفعل لابتغاء رضاء الله وامتثال حكمه"

"شریعت نے نیت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کام کے ارادہ کے لیے خاص کر دیا ہے"

لہٰذا اعمال میں اعتبار نیتِ قلبی کا ہوگا۔ اگر نیتِ قلبی کے خلاف زبان سے کچھ کہے تو اعتبار لفظوں کا نہیں ہوگا۔ اگر محض زبان سے نیت کرے، مگر دل میں ارادہ نہ ہو تو باتفاق ائمہ اسلام یہ ناجائز ہے۔ کیوں کہ نیت قصد و عزم کا نام ہے۔

نمازی اور روزے دار کو باالفاظ نیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نمازی کو زبان سے یوں کہنا بھی ضروری نہیں کہ میں ظہر یا عصر پڑھ رہا ہوں، فرض یا نفل پڑھ رہا ہوں، یا مثلاً یوں کہے:

۱۔ "چار رکعت نماز فرض، واسطے اللہ تعالیٰ دے۔ وقت نماز پیشی۔ منہ طرف

قبلہ شریف نوں۔ پچھے اس امام دے .... اللہ اکبر۔"

۲۔ "چار رکعت نماز اندھیرا، جدھر مُنہ امام دا اودھرای مُنہ میرا۔"

اس قسم کے الفاظ خواہ پنجابی میں ہوں یا اُردو میں، فارسی میں ہوں یا عربی میں، اس کا ثبوت نہ حدیث میں ملتا ہے، اور نہ ہی صحابہؓ اور تابعینؒ کا عمل اس کی نشان دہی کرتا ہے۔ نہ ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی امام نے اس کی اجازت دی ہے۔

بہرحال مُروّجہ نیّت کا ثبوت خیرالقرون میں نہیں ملتا۔ یہ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ لہٰذا جو کام دورِ نبویؐ، دورِ صحابہ رضؓ، دورِ تابعینؒ و تبع تابعینؒ وغیرہ میں نہ ہوا ہو، اور جس کام پر مُہرِ نبویؐ نہ لگی ہوئی ہو، وُہ بدعت ہے۔

یاد رہے حدیثِ پاک میں ہے کہ جب بدعت رواج پاتی ہے تو سنت اُٹھ جاتی ہے۔ مثلاً تکبیر تحریمہ میں شامل ہونا، امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونا اور جب امام قراءت کرے تو اس کی قراءت سُننا، یہ سب سُنن ہیں۔ بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے:

"اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا۔"

یعنی "جب امام تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو جب امام رکوع کرے تم بھی رکوع کرو۔"

مگر جو شخص مُروّجہ نیت زبان سے پڑھنے کا عادی ہے تو وُہ ان سنّتوں پر عمل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ رکوع اس کا بااطمینان نہیں ہوتا، اس لیے کہ وُہ مروّجہ نیت پڑھنے میں مصروف ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ فکر بھی دامنگیر ہے کہ کہیں نیّت پڑھتے پڑھتے رکوع فوت نہ ہو جائے۔ جلدی جلدی بلا سوچے سمجھے وُہ نیّت پڑھتا ہے۔ اور اسی حالت میں وہ رکوع میں شامل ہوتا ہے۔ حالانکہ رکوع میں اطمینان کا حکم ہے۔ گویا نہ نیت کا اقتضاء پورا ہُوا نہ رکوع کا، پھر بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے وُہ سنت پر عمل کرنے سے بھی محروم رہا۔

مروّجہ نیّت ائمۂ اسلام کی نظر میں

ائمہ اسلام کی تحریروں اور ارشادات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز، روزہ اور نمازِ جنازہ وغیرہ سے قبل نیّت کو زبان سے ادا کرنا من گھڑت اور ایجادِ بندہ کے سوا کچھ نہیں۔ مثلاً:

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ :

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ فتاویٰ ابنِ تیمیہ میں رقمطراز ہیں :

"فانّ الجهر بالنّيّة لا يجب ولا يستحبّ لا فى مذهب ابى حنيفة ولا أحد من ائمة المسلمين بل كلّهم متفقون على انّه لا يشرع الجهر بالنّية ومن جهر بالنّيّة فهو مخطئٌ مخالف للسّنّة باتفاق ائمة الدّين" (فتاوىٰ ابنِ تیمیہ ص ۳۷۵ ج ۲)

یعنی امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ اسلام نے جہری (لسانی) نیت کو نہ واجب کہا ہے، اور نہ ہی مستحب، بلکہ ایسے شخص کو گنہ گار اور سنت کا مخالف گردانا ہے۔

حافظ ابنِ قیّم جوزیؒ :

حافظ ابنِ قیّم جوزیؒ زاد المعاد کی جلد اول میں رقمطراز ہیں :

"كان النّبىّ صلّى الله عليه وسلم اذا قام الى الصّلوٰة قال الله اكبر ولم يقل شيئًا قبلها ولا تلفظ بالنّية البتّة" (زاد المعاد ص ۱۰۴ ج ۱)

" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صرف "اللہ اکبر" زبان سے کہتے اور اس سے پہلے کوئی ایک لفظ بھی بطورِ نیت زبان سے ادا نہ کرتے۔"

آگے لکھتے ہیں کہ یہ مروجہ نیت بالکل بدعت ہے، کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضؓ، تابعینِ عظامؒ، ائمہ اسلامؒ اور ائمہ اربعہؒ میں سے کسی نے بھی اسے سندِ صحیح، ضعیف یا مرسل کے ساتھ بیان نہیں کیا۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ :

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ اپنی مایۂ ناز تصنیف "اشعۃ اللّمعات" میں اپنا فیصلہ یوں نقل کرتے ہیں :

"علماء در نیّتِ نماز اختلاف کردہ اند - بعد از اتفاق ہمہ بر آں بجہر گفتن آں نامشروع است، تلفظ شرط صحت نماز است یا نہ صحیح است شرط نیست و مشروط دانستن آں خطا است۔" (اشعۃ اللمعات ص۱۹)

یعنی علماء کا جہری نیّت کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ صحیح فیصلہ یہی ہے کہ یہ غیر مشروع اور غیر مشروط ہے، اور اسے مشروط سمجھنا غلط ہے۔

مروّجہ نیّت ائمّہ احناف کی نظر میں

جس طرح پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ نیّت کا معنیٰ دل کا ارادہ ہے۔ اس بات کی شہادت فقہ حنفیہ کی کتبِ معتبرہ میں بھی موجود ہے کہ: مُحلّہا القلب۔ یعنی "نیّت کا محل دل ہے، (نہ کہ زبان)"! چنانچہ:

علامہ برُہان مرغینانی رح :

آیئے سب سے پہلے فقہ حنفیہ کی متداول اور چوٹی کی معتبر کتاب ہدایہ ملاحظہ ہو۔ حنفیہ کے نزدیک اسے وُہ عظمت اور شہرت نصیب ہے، جو قرآنِ پاک کو حاصل ہے (العیاذ باللہ!)

اِنّ الھدایۃ کالقرآن قد نُسخت

ماصنّفت قبلھا فی الشرع من کتب

یعنی "ہدایہ کی مثال قرآن کی ہے، جس سے سابقہ تصنیف شدہ شرعی کتب منسوخ ہیں"۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

اس کتاب ہدایہ اوّلین کے باب" شروط الصّلوٰۃ" کے ضمن میں صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں:

"والنیّۃ ھی الارادۃ والشّرط ان یّعلم بقلبہ ایّ صلوٰۃ یصلّی، امّا الذّکر باللّسان فلا معتبر بہ۔" (ہدایہ اوّلین ص۹۶)

"نیت ارادے کا نام ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ نمازی دل سے جانتا ہو کہ وُہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ رہا زبان سے نیّت کرنا، اس کا اعتبار نہیں!"

علّامہ عینیؒ حنفی :

کتاب شرح تحفہ میں فرماتے ہیں :

"لا عبرة بالذکر باللسان لانّہٗ کلام لا نیّة"

"زبان سے نیت کرنے کا اعتبار نہیں ۔ اس لیے کہ یہ کلام ہے ، نیت نہیں!"

علّامہ عبدالحیؒ حنفی :

علّامہ عبدالحیؒ حنفی نے کتاب شرح وقایہ صفحہ ۱۵۹ کے حاشیہ عمدة الرعایہ پر لکھا ہے :

"الاکتفاء بنیة القلب وھو مجزئ اتّفاقًا وھو الطریقة المشروعة المأثورة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم واصحابہ فلم ینقل عن واحد منھم التکلّم بنویت أو نوی الآخر"

یعنی با انفاق ، دل سے نیّت کر لینا ہی کافی ہے ۔ حضور علیہ السلام اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے یہی طریقہ منقول ہے ۔ الفاظِ نیّت کسی ایک سے بھی منقول نہیں ۔

علّامہ تھانویؒ حنفی :

علّامہ تھانویؒ نے کتاب بہشتی زیور کے دوسرے حصّہ میں نماز کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"جس نماز کو بھی پڑھنا چاہیں اُس کی نیّت ، یعنی دل سے ارادہ ، کر لیا کریں"

(بہشتی زیور صـــ ۱۲۹)

حضرت مجدّد الفؒ ثانی :

حضرت مجدد الفؒ ثانی اپنے مکتوب دفتر اوّل حصّہ سوئم میں فرماتے ہیں :

"وہم چنیں است آنچہ علماء درنیت نماز مستحسن داشتہ اند باوجود ارادہ قلب بازبان نیت باید گفت وحالانکہ از آں سرور علیہ الصلوٰة والسّلام ثابت نشدہ است ،

نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف، و نہ از اصحاب کرام رض و تابعین عظام رح بازبان نیت کردہ باشند۔ بلکہ چوں اقامت می گفتند تکبیر تحریمہ می فرمودند، پس نیت بازبان بدعت باشد۔" (مکتوب ع۱۸۶ دفتر اول حصہ سوئم)

"بعض علماء نے نماز میں باوجود ارادہ قلب کے زبان سے بھی کچھ کہہ لینے کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے، حالانکہ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروایت صحیح ثابت ہے، اور نہ ہی بروایت ضعیف، اور نہ ہی صحابہ کرام رض اور تابعین عظام رح سے! بلکہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے۔ زبان کے ساتھ نیت کا اظہار بدعت ہے!"

مولانا عبدالغفور رح رمضان پوری :

مولانا عبدالغفور رمضان پوری ثم حنفی کے رسالہ بنام "فتاوٰی مفید الاحناف" میں اُن کتابوں کی عبارات جمع کی گئی ہیں، جن کے مصنفین حنفی المذہب تھے ـــــ اس رسالہ میں رقمطراز ہیں :

"لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بطریق صحیح ولا ضعیف انّہٗ کان یقول عند الافتتاح أصلّی کذا ولا عن احد من التابعین، بل المنقول انّہٗ اذا قام الی الصلوٰۃ کبّر! ـــــ وھٰذہٖ بدعۃٌ"

(فتاوٰی مفید الاحناف ص۳)

"رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت فرماتے کہ میں فلاں نماز کی فلاں وقت میں نیت کر رہا ہوں، اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد والوں سے ثابت ہے۔ بلکہ یہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو "اللہ اکبر" کہتے۔ اور یہ مروّجہ نیت بدعت ہے۔"

الحاصل

جملہ عبادات میں عموماً، اور نماز اور روزہ میں خصوصاً، مروّجہ نیت سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

باعثِ تعجّب بات تو یہ ہے کہ جب کتبِ احناف میں بھی صراحت ہے کہ "محلّھا القلب" (نیّت کا محل دل ہے نہ کہ زبان) تو پھر یہ " وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" معلوم نہیں کیوں ایجاد کی گئی ؟

عقلاً بھی یہ بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب رات کو ٹائم پیس کے الارم کو چابی بھر دی ہے، سحری کا مکمل بندوبست کر لیا ہے، تو پھر مُنہ سے ضرور ہی کہے تو بات بنے گی ؟

یہ تو ایسے ہی ہُوا جیسے کوئی شخص روٹی کھانے سے قبل کہے :

" میں کھانا کھاتا ہوں تاکہ میری بھوک اُتر جائے اور میرا پیٹ بھر جائے "

یا کپڑا پہننے سے پہلے کہے کہ " میں یہ کپڑا پہنتا ہوں تاکہ میرا جسم سخت گرمی اور سردی سے بچ جائے "

بہر حال مروّجہ نیّت غیر مشروع اور غیر مسنون ہے ۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بدعات و رسومات سے محفوظ فرمائے ۔ آمین !

- صفحات کی تنگی کی بناء پر جامعہ علوم اثریہ کی تعلیمی شاخوں کے سالانہ امتحانات کے نتائج اس دفعہ شائع نہیں کیے جا سکے —— آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں ۔
- حریین کی توسیع خریداری میں تعاون آپ کا دینی فریضہ ہے —— جزاکم اللہ !

(مینجر)